OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:1, Issue: 2, July - Dec 2020
DOI:10.51665/al-duhaa.001.02.0060, PP: 230-248

استحسان: تعارف، تاریخی ارتقاء اور مصدری نوعیت (تحقیقی جائزہ)

Istihsan: Introduction, historical evolution and its origin(research analysis)

Published: 28-12-2020
Accepted: 26-11-2020
Received: 25-10-2020

Dr. Muhammad Ateeq ur Rehman
Islamic Research scholar, Al-Habib Library, Mansehra
Email: alhabiblibrary786@gmail.com

Dr. Jan Gul
Theology teacher Government middle school Bagrian Oghi Mansehra.
Email: drjangul82@gmail.com

Abstract

The rapid advancements in today's world necessitateto look into the underlying sources of Sharia laws in a manner that helps to find out solutions to our everyday matters raised in the modern world. In addition, it should also assist the nation to avail the privileges Islam has provided on the contemporary issues.

It is seen that scholars refer to the Quran, Sunnah, Ijma and Qiyas, when they are asked about any modern issue. However, when two or more statements are found about any current world affair, then whose statement will be given preference? At times confusion is created on this matter. Due to this, some elements reject the jurisprudent source 'Istihsan' blaming Ulema e Ahnaf as 'Ahle Raey' – those whose develop their personal perceptions on Quran and Hadith. And sometimes they negate its legitimacy as the source of Sharia Law.

It is true that cores in the Islamic law are limited. However, an extensive law of 'Istihsan' is there for their further elaborations, whose endorsement can be sought in the Quran, Sunnah and statements of Imams and Jurists. Hence, this article will deal with the legitimacy of Istihsan, its historical development and its status as a source of law. Moreover, the article will further present answers to the orientalists and Ulema in this concern. So that confusion of some mindsets regarding sources of law can be removed and rectified.

Keywords: *Sharia Laws, Istihsan, orientalists, Ulema e Ahnaf, 'Ahle Raey'*

CC BY

تمہید:

دورِ حاضر میں مادّی ترقی اور تیزی سے بدلتے ہوئے حالات نے انسان کو یہ سوچنے پر مجبور کردیا ہے کہ شریعت اسلامی کے مصادر کا مطالعہ اس انداز میں کیا جائے کہ موجودہ مسائل کا حل تلاش کرنا آسان ہو جائے اور ساتھ ساتھ اسلام نے معاملاتِ زندگی میں جو آسانیاں رکھی ہیں ان سے بھی بھرپور انداز میں استفادہ کیا جاسکے۔

دوسری طرف جدید عصری مسائل کے حل کے لئے جب اہلِ علم سے رابطہ کیا جائے تو وہ نصوص یعنی قرآن و سنت و اجماع و قیاس کی روشنی میں جوابات مرحمت فرماتے ہیں لیکن جب غیر منصوص مسائل میں دو یا دو سے زیادہ رائے بِل جائیں تو اس وقت کس کو ترجیح دی جائے؟ بعض اوقات اس پر تشکیک و ابہام پیدا ہو جاتا ہے، جس کے سبب بعض حضرات نے علمائے احناف پر اہل الرائے ہونے کا الزام لگا کر فقہی ماخذ استحسان کا یکسر رَد کر دیتے ہیں تو کبھی اس کے حجّت ہونے اور مصدری نوعیت کا انکار کرتے ہیں۔ یہ حقیقت اپنی جگہ درست ہے کہ نصوص محدود ہیں لیکن ان سے مزید مسائل کی تخریج کے لیے استحسان کا وسیع قانون موجود ہے، جس کی تائید قرآن وسنت اور آئمہ و فقہاء کے اقوال وآثار سے ممکن ہے، چنانچہ اس مقالہ میں استحسان کی حجیت، تاریخی ارتقاء اور مصدری نوعیت پر بحث کرنے کے ساتھ ساتھ علماء و مستشرقین کے بعض اشکالات کا جواب دیا جائے گا تاکہ بعض اذہان میں فقہی مصادر بالخصوص استحسان کے بارے میں پیدا ہونے والے تصورات کو زائل کیا جاسکے۔

چنانچہ اس مقالہ میں پہلے استحسان کی تعریف، پھر استحسان کا ارتقاء عہدِ رسالت ﷺ تا آئمہ و مجتہدین کے ادوار میں، استحسان کی مصدری نوعیت پر بحث کی جائے گیا اور آخر میں نتیجہ پیش کیا جائے گا۔

استحسان کا مفہوم

فقہ اسلامی کے چار بنیادی ماخذ کو مصادر اصلیہ (Original/ Primary Sources) کہا جاتا ہے۔ان کے بعد ثانوی مصادر میں استحسان کو ترجیح حاصل ہے ،استحسان کا مادہ اشتقاق "حسن" ہے۔ لغت میں اس کے درج ذیل معانی و اطلاقات مستعمل ہیں:

> زبیدی لکھتے ہیں (هو عد الشيء واعتقاده حسنًا)[1] (یعنی کسی چیز کو اچھا جان کر اس کے اچھا ہونے کا اعتقاد رکھنا)۔
>
> عبدالوہاب خلاف لکھتے ہیں (كون الشيء على صفة الحسن)[2] (کسی بھی چیز کا اچھائی کی صفت سے متصف ہونا) خواہ اس چیز کا اچھا و مستحسن ہونا حسیّات سے ہو یا معنویات سے، چنانچہ عربی محاورہ میں "استحسن الرأى ،استحن القول ، استحسن الطعام"[3]۔ "یعنی اس نے رائے کو یا بات کو یا کھانے کو اچھا سمجھا" وغیرہ کہا جاتا ہے۔

استحسان کی ضد استقباح ہے یعنی کسی چیز کو برا و قبیح سمجھنا اور استحسان یعنی کسی چیز کو اچھا سمجھنا پھر کسی بھی چیز کو صفت حسن سے متصف کرنا بقول امام راغب اصفہانی تین جہت سے ہوتا ہے: (الحُسْنُ: عبارة عن كلّ مبهج مرغوب فيه، وذلك ثلاثة أضرب) (۱)مستحسن من جهة العقل. (۲)ومستحسن من جهة الهوى.(۳) ومستحسن من جهة الحسّ)[4] (ہر خوش کن اور پسندیدہ چیز کو حسن کہا جاتا ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں (۱) عقل کی رو سے (۲) خواہشات کی رو سے (۳) حس کی رو سے۔ عقل، خواہش اور حس کی رو سے کسی چیز کی پسندیدگی کے)۔

استحسان "حسن" سے باب استفعال کا مصدر ہے[5] اور استفعال کی خاصیات میں سے ایک خاصیت یہ ہے کہ اس میں کسی چیز کی طلب کا معنیٰ پایا جاتا ہے چنانچہ باب کی خاصیت کا لحاظ کرتے ہوئے الکفوی نے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ: (هوطلب الاحسن من الامور)[6] (یعنی معاملات میں سب سے بہتر کا طلب کرنا استحسان ہے)۔

اور اہل اصول کے نزدیک استحسان کے درج ذیل معانی و اطلاق مستعمل ہیں:

امام غزالیؒ نے کہا ہے کہ (ما يستحسنه المجتهدبعقله)[7] (یعنی جسے مجتہد اپنی عقل سے اچھا سمجھے)۔

امام سرخسیؒ نے کہا ہے کہ لغت میں استحسان (وَجُودُ الشَّيْءِ حَسَناً) (جو چیز باعتبار وجود اچھی ہو) کو کہا جاتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ (الرَجُلُ اسْتَحْسَنَتْ كَذَا أَيْ اعْتَقَدْته حَسَنًا)[8] (یعنی آدمی نے اسے اس طرح اچھا کہا یعنی اس نے اچھا اعتقاد رکھا) اس کا معنی یہ ہے (طلب الْأَحْسَن لِلِاتِّبَاعِ الَّذِي هُوَ مَأْمُور بِهِ)[9] (یعنی اتباع کے لئے امور میں سب سے بہتر کی تلاش استحسان ہے)۔

(۱) (هوَتَرْكُ القِيَاسِ وَالأخذُبِمَا اَوفقُ لِلنّاس)[10] (یعنی استحسان قیاس کو چھوڑ کر اس چیز کو اختیار کرنا ہے جو لوگوں کے لئے زیادہ موافق ہو) **(۲)** (الِاسْتِحْسَانُ طَلَبُ السُّهُولَةِ فِي الْأَحْكَامِ فِيمَا يُبْتَلَى فِيهِ الْخَاصُّ وَالْعَامُّ) [11] یعنی استحسان احکام میں اس سہولت کو طلب کرنا ہے جس میں ہر خاص و عام مبتلا ہو) ان دونوں تعریفات کا حاصل یہ ہے کہ استحسان مشکل میں آسانی کو طلب کرنے کا نام ہے۔ اور ان تعریفات کے علاوہ استحسان کی کئی دوسری تعریفات بھی منقول ہیں: **(۳)** (الاستحسانُ هُوَ الْعُدُولُ عَنْ موجبِ قِيَاسٍ إِلَى قِيَاسٍ أَقْوَى منهُ)[12] (یعنی استحسان قیاس ظاہر کو چھوڑ کر اس سے قوی تر قیاس پر عمل کا نام ہے)۔ استحسان کی یہ تعریف علامہ بزدویؒ، علامہ نسفیؒ، علامہ ابن ہمام اور علامہ ابو بکر جصاصؒ سمیت متعدد حنفی علماء سے مختلف الفاظ اور تعبیرات کے ساتھ منقول ہے لیکن یہ تعریف صرف استحسان کی ایک نوع استحسان قیاسی تک محدود ہونے کی وجہ سے غیر جامع ہے **(۴)** (تَخْصِيصُ قِيَاسٍ بِأَقْوَى مِنْهُ)[13] (یعنی ایک قیاس کو اس سے زیادہ قوی (دلیل) کے ساتھ خاص کرنا ہے) یا یہ کہ **(۵)** (الْعُدُولُ عَنْ حُكْمِ الدَّلِيلِ إِلَى الْعَادَةِ لِمَصْلَحَةِ النَّاسِ) [14] (یعنی حکم دلیل سے لوگوں کی مصلحت کے لئے عرف کی طرف عدول کرنا) یا یہ کہ **(۶)** (الْعُدُولُ إِلَى خِلَافِ الظَّنِّ لِدَلِيلٍ أَقْوَى)[15] (ظن کے خلاف کی طرف قوی دلیل کی وجہ سے عدول کرنا استحسان ہے)۔

امام کرخیؒ استحسان کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (الِاسْتِحْسَان هُوَ ان يعدلَ الْإِنْسَان عَن أَن يحكمَ فِي الْمَسْأَلَة بِمثل مَا حكمَ بِهِ فِي نظائرها إِلَى خِلَافه لوجه هُوَ أقوى من الأول يَقْتَضِي الْعُدُول عَن الأول[16] (یعنی استحسان سے مراد یہ کہ انسان کسی مسئلہ میں اس سے ہٹ کر فیصلہ دے جو اس سے پہلے اس مسئلہ کے مشابہ میں دیا گیا ہو اس کا یہ فیصلہ کسی ایسے سبب کی بناء پر ہو جو سابق سے قوت میں زیادہ ہو اور پہلا اس سے عدول کا تقاضا بھی کرتا ہو)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ: (الْعُدُولُ بِحُكْمِ الْمَسْأَلَةِ عَنْ نَظَائِرِهَا بِدَلِيلٍ خَاصٍّ مِنْ الْقُرْآنِ مِثْلِ قَوْله مَالِي صَدَقَةٌ لِلَّهِ أَوْ عَلَيَّ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِمَالِي، فَالْقِيَاسُ لُزُومُ التَّصَدُّقِ بِكُلِّ مَا يُسَمَّى مَالًا، لَكِنْ اسْتَحْسَنَ أَبُو حَنِيفَةَ التَّخْصِيصَ بِمَالِ الزَّكَاةِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةًوَلَمْ يُرِدْ إلَّا مَالَ الزَّكَاةِ)[17] (کسی مسئلہ میں اس سے ہٹ کر فیصلہ دے جو اس سے پہلے اس مسئلہ کے مشابہ میں خاص قرآن سے دلیل کے ساتھ دیا گیا ہو ان کے اس قول کی مثل کہ مجھ پر اللہ کے لئے صدقہ لازم ہے یا کہے

کہ مجھ پر اپنے مال کو صدقہ کرنا لازم ہے پس اس میں قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جس مال کا اس نے ذکر کیا اس سارے کا صدقہ کرنا لازم ہو لیکن امام ابو حنیفہؒ نے استحسان کرتے ہوئے اسے مالِ زکوۃ کے ساتھ خاص کر دیا اللہ تعالیٰ کے قول ﴿ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً ﴾[18] (ان کے مالوں سے زکوۃ لو) کے ساتھ خاص کر دیا پس انہوں نے اسے مال زکوۃ کے سوا کی طرف نہیں لوٹایا)

علامہ نجیم الدینؒ نے استحسان کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ (أَنَّهُ الْعُدُولُ بِحُكْمِ الْمَسْأَلَةِ عَنْ نَظَائِرِهَا لِدَلِيلٍ شَرْعِيٍّ خَاصٍّ)[19] (یعنی کسی خاص دلیل شرعی کی بنا پر کسی خاص مسئلہ میں اس کے مشابہ مسائل کے حکم سے انحراف کرنا)

فقہ اسلامی کے حنفی مسلک میں استحسان کو ایک اہم اور ضمنی ماخذ قانون کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے اگرچہ اسلام میں ابتدائی ادوار میں استحسان بطور اصطلاح مستعمل نہ تھا تاہم عملی طور پر عہدِ رسالت ﷺ و خلفاء راشدین میں موجود تھا جس کی سنت نبوی ﷺ، آثار صحابہ اور اقوالِ محدثین و فقہاء موجود ہیں۔ ان اقوال کی شہادت کو مد نظر رکھتے ہوئے عہد رسالت ﷺ سے عصر حاضر تک استحسان کے تاریخی ارتقاء کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

استحسان کا تاریخی ارتقاء

اسلام میں تمام احکام خواہ ان کا تعلق معاشرت سے ہو یا معیشت سے ،ثقافت سے ہو یا سیاست سے ،حدود سے ہو یا اخلاقیات سے ہو ان کا اثبات وحی الٰہی سے ضرور ہوا ہے۔ جبکا نزول اللہ تعالیٰ کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ پر ہوا۔ نبی پاک ﷺ کی دی ہوئی تمام تر تعلیمات کا ماٰخذ منبع وحی الٰہی ہے۔ حضور ﷺ تمام امور کا فیصلہ وحی کے مطابق فرماتے تھے آپ ﷺ اپنی زبان مبارک سے جو کہتے وہ اپنے نفس کی طرف سے نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ وہ وحی ہی ہوتی تھی چنانچہ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے۔﴿ وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۞ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۞ ﴾[20] اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے)

اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض مواقع پر جب آپ ﷺ کے سامنے کوئی ایسا سوال کیا گیا جس کے جواب میں وحی الٰہی موجود نہ تھی تو آپ ﷺ نے انتظار فرمایا تا آنکہ نزول وحی سے اسکا جواب آگیا۔ جیسا کہ اوسؓ ابن سعد کی بیوی[21] حضور ﷺ کے پاس اپنے خاوند کی شکایت لے کر آئیں تو آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ درج ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی[22] ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ﴾ (بیشک اللہ نے سنی اس کی بات جو تم سے اپنے شوہر کے معاملہ میں بحث کرتی ہے۔ اور اللہ سے شکایت کرتی ہے)

تو آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا۔ کتاب و سنت کے ایسے فیصلوں کی روایات سے کتب تفاسیر و احادیث بھری پڑی ہیں۔[23] حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں بغیر کسی واسطہ کے تمام احکام کا تعلق وحی الٰہی سے ہونے کی وجہ سے کسی قسم کے قواعد و ضوابط کی ضرورت نہ تھی یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے شرعی معاملات میں کوئی قاعدہ یا اصول وضع نہیں فرمایا البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ آپ ﷺ نے مسائل کے حلکے لئے نظائر کو چھوڑا جن کی روشنی میں قواعد وضوابط کو مقرر کیا جا سکتا تھا۔ اس کی امثال اجتہاد کے باب میں ملتی ہیں۔

استحسان دور صحابہؓ میں

جب تک حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام حیاتِ ظاہر کے ساتھ دنیا میں موجود تھے تو وحی کا سلسلہ جاری تھا اور دوسری بات یہ ہے کہ اسلامی ریاست ابھی تک مکہ اور مدینہ سے باہر تک نہ پھیلی تھی اس ریاست کے محدود ہونے کی وجہ سے مسائل بھی

محدود تھے اور ان محدود مسائل کو حل کرنے کے لئے دو ہی چیزوں (قرآن وسنت) کے احکامات کافی ووافی تھے۔ جب حضور ﷺ نے رحلت فرمائی تو وحی الٰہی اور سنت رسول ﷺ سے جاری ہونے والے احکام کا سلسلہ بند ہوگیا۔ اب یہ سلسلہ ان حضرات کے ہاتھوں میں چلا گیا جنہوں نے براۓ راست حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ سے فیض پایا تھا۔ ان کی بابت حضور ﷺ نے فرمایا۔فَعَلَيْكُمْ بِمَا عَرَفْتُمْ مِنْ سُنَّتِي، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ[24] یعنی تم پر وہ چیز لازم ہے جو تمہیں میری اور خلفاء کی سنت سے ملے۔

صحابہ کرامؓ کے دور میں جب تک فتوحات کا سلسلہ شروع نہ ہوا تھا تو استحسان یا اس جیسے کسی دوسرے اصول کی کوئی ضرورت نہ پیش آئی اور نہ ہی انہوں نے کسی اصول کو وضع کیا کیونکہ جب تک ضرورت پیش نہیں آتی اس وقت تک کسی چیز کو بنانا بے سود ہوتا ہے اور نہ ہی صحابہ کرامؓ ایسی کسی نئی چیز کو قبول کرنے کے لئے تیار تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کے دور میں اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہوتا جس میں کوئی قابل استناد نص بھی موجود نہ ہوتی تو اس مسئلہ کو صحابہ کرامؓ کی ایسی جماعت کی خدمت میں بھیج دیا جاتا جو دوسروں کی بنسبت فقہی جماعت تھی [25]۔ اور ان میں سے کسی کو یہ تک کہنے کی اجازت نہ ہوتی کہ وہ یہ کہے کہ میں نے اس میں یہ حکمت اختیار کی یا میرے خیال میں ایسا ہونا چاہیے[26] یعنی صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو اپنی ذاتی رائے کے اظہار کا اختیار نہ تھا۔ اور وہ آپس میں مناظرے بھی کرتے اور ایک دوسرے کے مأخذ پر بھی اعتراض کرتے تھے۔[27] اور علاوہ ازیں اکابر صحابہ کرامؓ کا طرز عمل یہ تھا کہ خود پیش آمدہ مسئلہ کے حل کی کوشش کرتے اگر حل ہو جاتا تو ٹھیک ورنہ اسے وہ اہل علم کی ایک جماعت کی طرف لوٹا دیتے تھے۔

چنانچہ کتاب القضا میں ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کوئی جدید تصفیہ طلب مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ پہلے اسے کتاب اللہ میں تلاش کرتے اگر اس میں اسے پا لیتے تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے بصورت دیگر سنت رسول ﷺ کی طرف رجوع کرتے اگر اس میں مسئلہ کا حل مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے اور اگر سنت میں تلاش کے باوجود نہ پاتے تو لوگوں (صحابہ کرامؓ) سے سوال کرتے کہ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے اس معاملہ میں کیا فیصلہ فرمایا ہے۔ اگر کسی طرح بھی سنت رسول ﷺ نہ ملتی تو اہل علم کے رؤسا کو جمع کرکے ان سے مشورہ لیتے اور وہ رؤسا حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبد الرحمٰن ابن عوفؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ وغیرہ اکابر صحابہ تھے[28] یہ تمام صاحبان علم ماہر قوانین اسلامی تھے۔ جب یہ سب کسی رائے پر متفق ہو جاتے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔[29] کسی بھی مسئلہ کے حل کے لئے حضرت عمرؓ کا طرز عمل بھی یہی تھا فرق صرف اتنا تھا۔ کہ اگر وہ کتاب وسنت میں کسی امر کے فیصلے کو نہ پاتے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے فیصلوں کی طرف رجوع کرتے تھے۔[30] اور دیگر صحابہ کرامؓ سے بھی اسی طرح کا طرز عمل منقول ہے کہ وہ کتاب وسنت کے بعد جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے فیصلوں کی طرف رجوع کرتے تھے اگر کہیں نہ ملتا تو اجتہاد کرتے تھے۔ اور اجتہاد کرتے وقت وہ مطلق مصلحت کا اعتبار کرتے تھے۔

اسی طرح ابن فرحون اپنی کتاب تبصرۃ الاحکام میں لکھتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے پیش آمدہ مسائل میں مطلق مصلحت کا اعتبار کیا ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ ان کے فیصلوں میں پہلے سے اعتبار کے لئے کوئی شاہد موجود ہو۔[31]

جب سلطنت اسلامیہ میں وسعت پیدا ہوگئی اور بایں حال کہ عراق، فارس، مصر، شام، افریقہ، اور اسپانیہ، وغیرہ فتح

ہوگئے تو مملکت اسلامیہ میں اس وسعت سے مسائل کے پیش آنے میں بھی وسعت پیدا ہوگئی اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلام میں مختلف قوموں کے باشندے داخل ہوگئے جن کی عادات واطوار اور طبیعت وذوات میں اختلاف تھا تو ان فتوحات کے نتیجے میں نئے مسائل کی وجہ سے فاتحین کو سخت مشکل اور دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔[32]

فاتحین صحابہ کرامؓ کو مفتوحہ علاقوں کے مسائل میں مشکلات ان کے عرف وعادت یعنی رہن سہن اور طور طریقوں کے اختلاف کی وجہ سے پیدا ہوا تو انہوں نے اس ضرورت کو دیکھ کر اپنے اکابر کے طرز عمل کو اپناتے ہوئے اجتھاد میں کوشش سے مسائل کے اخذ کرنے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھا تو انہوں نے اپنی رائے کو استعمال کرتے ہوئے قیاس میں وسعت پیدا کرکے مصالح مرسلہ کے پیش نظر مسائل کا حل کیا اور اسی وجہ سے فقہ اسلامی کے قواعد وضوابط میں وسعت پیدا ہوگئی۔[33]

ان تاریخی حقائق سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جب فتوحات سے مملکت اسلامیہ میں وسعت پیدا ہوئی تو انسانی ضرورتوں اور مصلحتوں میں بھی وسعت پیدا ہوگئی یہ قاعدہ بھی مسلم ہے کہ ضرورتیں اور مصلحتیں پہلے وجود میں آتی ہیں تو پھر ان کو منظم کرنے کے لئے قواعد وضوابط یا اصول مقرر کیے جاتے ہیں اور جب استحسان کو مقتضی دلیل یا قاعدہ سے مستثنیٰ کیا جائے تو اس صورت میں کسی کو انکار کی مجال نہیں۔ کیونکہ اس پر قرآن وسنت میں بے شمار دلائل موجود ہیں اور صحابہ کرامؓ کے عمل سے بھی اس پر شواہد موجود ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بعض محرمات کو حرام فرمایا تو فرمایا کہ ﴿ وَ قَدۡ فَصَّلَ لَکُمۡ مَّا حَرَّمَ عَلَیۡکُمۡ اِلَّا مَا اضۡطُرِرۡتُمۡ اِلَیۡہِ ؕ ﴾[34] (وہ تم سے مفصل بیان کرچکا جو کچھ تم پر حرام ہوا مگر جب تمہیں اس سے مجبوری ہو) اور اسی طرح جب احکام مشروع ہوئے تو عذر والے لوگوں کو اس حکم سے مستثنیٰ کردیا فرمایا۔﴿ فَمَنۡ شَہِدَ مِنۡکُمُ الشَّہۡرَ فَلۡیَصُمۡہُ ؕ وَ مَنۡ کَانَ مَرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَ لَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ ۫ ﴾[35] (تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا)۔

اسی طرح حضور ﷺ کا عمل ہے کہ آپ نے حرم کی جھاڑیوں اور درختوں کو کاٹنے کو حرام قرار دیا پھر جب حضرت عباسؓ نے سوال کیا تو اس میں سے اذخر (خاص قسم کی گھاس ہے) کو مستثنیٰ کردیا گیا کیونکہ اس میں لوگوں کی حاجت تھی اور اسی طرح بیع سلم (جس مال سے متعلق معاملہ طے پائے وہ مال موجود نہ ہو بلکہ اس کی ادائیگی کے لئے بعد وقت مقرر کیا جائے) میں رخصت دی اور اس جیسی دوسری بیوع سے منع فرمادیا جس میں مبیع موجود نہ ہو حالانکہ بیع سلم بھی بیع ہی کی ایک قسم ہے[36]

ان مذکورہ بالا مسائل کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ شریعت میں رخصت کا اصول موجود ہے اور رخصت کے اصول سے انکار کرنا اصل میں اصول شریعت سے انکار ہے۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے (إِنَّ اللهَ يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى رُخَصُهُ كَمَا يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى عَزَائِمُهُ)[37] (بے شک اللہ تعالیٰ رخصت کو اسی طرح پسند کرتا جیسا کہ عزیمت دینے کو پسند کرتا ہے)۔

اوپر بیان کی گئی آیات و احادیث سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ نبی ﷺ نے بنیادی قواعد بیان فرماکر اجتھاد کے دروازے کو بند کئے بغیر کھلا چھوڑ دیا اور مجتہدین کو اس میں داخل ہونے کی اجازت دے دی تاکہ وہ لوگوں کے لئے مصلحت کی راہ کو اختیار کرکے ان کی حرج کو دور کریں اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَ مَا جَعَلَ عَلَیۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ مِنۡ حَرَجٍ ؕ ﴾[38] (اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت کو بندوں کے لئے رحمت بنانے کا حکم دیا

اس بات کو دلیل بنا کر استحسان سے استثنٰی کرنا کہ صحابہ کرامؓ کے عمل سے ایسی کوئی دلیل نہیں جو اصول استحسان کو ثابت کرتی ہو تو بیان کردہ شواہد قرآنی اور احادیث یہ بات بالکل بے بنیاد ہے۔ صحابہ کرامؓ کو جب نو پیدا شدہ مسائل درپیش ہوتے جن میں مشورے اور اجتہاد کی ضرورت ہوتی تھی انہوں نے ان مسائل کو "صوافی الامر[39]" کا نام دے رکھا تھا۔ چنانچہ ابن قیم لکھتے ہیں کوئی ایسے فیصلے کی بات ہوتی جس کا ذکر قرآن و سنت میں نہ ہوتا تو اس کا صوافی الامر کا نام دیا جاتا تھا۔[40] تو ایسے بہت سارے وقائع ہیں کہ جہاں استحسان ہوا لیکن انہوں نے لفظ استحسان کا ذکر نہیں کیا۔

استحسان ائمہ مجتہدین کے عہد میں

استحسان کا لفظ ائمہ مجتہدین میں سے سب سے پہلے حضرت امام ابو حنیفہؒ کی زبان پر یہ کلمہ زیادہ تر فروعی مسائل میں ظاہر ہوا۔ جہاں کہیں قیاسی مسائل کا ذکر ہوا وہاں اسکا ذکر بھی ملتا ہے مثلاً آپ فرماتے "والقیاس یقتضی بکذا و لکن نستحسن کذا" یا کہتے "انا استثنا کذا با الاستحسان علیٰ خلاف القیاس"[41] امام صاحب نے فروعی مسائل میں استحسان کا ذکر اس انداز میں کیا جس سے یہ ثبوت ملتا تھا کہ اگرچہ صحابہؓ کے دور میں استحسان کا کلمہ بطور فقہی اصطلاح کے مستعمل نہ تھا لیکن ان کے بیان کردہ فقہی مسائل میں استحسان کی صورتیں پائی جاتی ہیں۔

امام صاحبؒ کے بیان کردہ فقہی مسائل میں اس لفظ کے کثرت الاستعمال کی وجہ سے آپ کو "امام الاستحسان" کہا گیا۔ اور انکے بعد انکے شاگردوں میں سے جو درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے انہوں نے بھی مسائل منقولہ میں اس انداز سے استحسان کیا کہ جس سے یہ مستفاد ہوا کہ استحسان بھی دیگر دلائل شرعیہ کی مانند ایک دلیل ہے اور اس کے متعلق مجتہد کو علم و معرفت ہونا ضروری ہے۔ امام محمدؒ نے تو مجتہد کی شرائط میں مسائل استحسان کی معرفت کو لازم قرار دیا ہے۔ احناف کے ہاں مسائل فقیہ میں قاعدہ استحسان کی کوئی حد نہ تھی بلکہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج غرض کہ تمام احکام اور ان کی خوبیوں میں اسکا اجراء ہوتا تھا انکے حلقہ درس میں بھی قیاسی مسائل کا ذکر اس انداز سے ہوتا تھا جس سے یہ وضاحت ہوتی تھی کہ استحسان بھی ایک دلیل شرعی ہے جو قیاس سے معارض ہے اور اسے قیاس پر ترجیح حاصل ہے۔ احناف کے ہاں استحسان کی اہمیت کا اندازہ ان اقوال سے لگایا جاسکتا ہے قیاس کی اہمیت کے حوالے سے بعض مواقع پر یہ فرمایا گیا ہے۔ جس کے بارے میں امام مالکؒ کے شاگرد ابن قاسم انکا ایک قول نقل کرتے ہیں۔ (الاستحسان تسعة اعشار العلم)[42] (استحسان علم کے دس حصوں میں سے نو حصے ہے۔)

استحسان کے سلسلہ میں امام ابو حنیفہؒ پر اس وجہ سے جو طعن کیا گیا کہ وہ بغیر کسی دلیل کے استحسان کرتے ہیں وہ قابل اعتبار نہیں اس لئے ان کا دور اصطلاحات فقیہہ کے قیام کا دور نہ تھا اور نہ ہی ان کے دور سے قبل ایسا کوئی معاملہ ہوا تھا۔ ایسے بکثرت مسائل ہیں جن میں صحابہ کرامؓ کے دور سے لے کر ائمہ مجتہدین کے دور تک استحسان مسائل فرعیہ میں حقیقتاً موجود تھا اگرچہ یہ اصطلاح مذکور و معروف نہ تھی۔

امام صاحب کے دور میں استحسان کی اصطلاحی تعریف اور فقہی اصولوں کے نہ ہونے کی بناء پر بہت سے لوگوں کو یہ شبہ لاحق ہوا کہ استحسان ایک ایسی چیز ہے جو کہ قواعد شرعیہ کے خلاف محض تعقل و رائے ہے اسی وجہ سے انہوں نے اس کی شدید مخالفت کی۔ امام شافعیؒ ان مجتہدین میں سے ایک ہیں جنہوں نے استحسان کے رد میں سخت شدت اختیار کی یہاں تک کہ انہوں نے اس کو حرام کا درجہ دیا اور کہا کہ یہ محض خواہشات نفس کی پیروی اور لذت نفسانی ہے۔ امام شافعیؒ نے اپنی "کتاب

الام"میں اس کے رد و ابطال میں باقاعدہ ایک باب قائم کیا ہے جسکا عنوان ہے "ابطال الاستحسان" اس باب میں انہوں نے اس بات کی وضاحت کی کہ ایک مفتی کے لئے جائز نہیں کہ وہ کتاب و سنت و اجماع اور قیاس کے علاوہ کسی اور دلیل سے فتوی دے۔[43] اور جو شخص استحسان کی بناء پر فتویٰ دے گا وہ دلائل شرعیہ سے تجاوز کر جائے گا اور اپنے نفس کی خواہشات کے تابع ہو گا امام غزالی نے امام شافعی کا قول ان الفاظ میں نقل کیا۔" من استحسن فقد شرح[44] " جس نے استحسان کیا گویا وہ خود شارح بن گیا۔انکار استحسان میں داوٗد ظاہری نے امام شافعیؒ کی موافقت میں کہا ہے کہ استحسان جائز نہیں جیسا کہ حنفیہؒ کی اس قول میں امام احمدؒ بن حنبلؒ نے موافقت کی۔اس کی تصریح کی صفی الدین البغدادی اور ابن قدامہ المقدسی نے اور آل تمیہ نے حنابلہ سے کہ حجیت استحسان کے بارے میں اختلاف کا ابتدائی مرحلہ تھا۔فقہاء نے کلمہ استحسان کا اطلاق ایسی دلیل پر کیا ہے جس کی مراد واضح نہیں اور متأخرین نے اس کا انکار یہ گمان کرتے ہوئے کیا کہ یہ بغیر دلیل کے عمل یا مجرد رائے ہے۔

استحسان ائمہ کرامؒ کے بعد عہد تدوین اصول میں

فقہ اسلامی کی تاریخ میں جب شرعی و فقہی قواعد و اصولوں کو قرآن و سنت میں غور فکر سے دریافت کرنے کا دور آیا تو فقہاء حنفیہؒ نے اس بات کو شدت سے محسوس کیا کہ بعض فقہاء خصوصا شوافع کی طرف سے استحسان پر سخت طعن کیا گیا ہے اور ادھر احناف کے اکثر فقہاء و مجتہدین کا مسائل استحسانیہ پر عمل بھی زیادہ ہے تو انہوں نے اصطلاحا استحسان کی ایسی شرعی و جامع و مانع تعریف کی جس سے اس کے متعلق پائے جانے والے شبہات دور ہوگئے اور استحسان کے ذریعے خطاء کے وقوع کے امکان کا بھی سد باب ہوگیا۔اس تعریف سے احناف فقہاء نے یہ ثابت کر دیا کہ استحسان قیاس ہی کی ایک صورت ہے نہ کہ کوئی ذاتی رائے یا خواہش نفسانی ہے۔یہ وہ دلیل ہے جو قیاس جلی سے معارض ہو کر اس کے برعکس عمل کو واجب کرتی ہے دراصل یہ قیاس جلی سے زیادہ قوی شرعی و قیاسی دلیل ہوتی ہے۔ابتداء فقہاء نے استحسان کی جو تعریفات کیں ان میں بعض مقامات پر پوشیدگی اور خفاء تھا تو بعد کے فقہاء نے اس اجمال کو تفصیل اور غیر واضح کو تفسیر میں بدلا جس کے نتیجے میں اطلاق خاص اور اطلاق عام کی اصطلاحات وجود میں آئیں اور اسکی تعریف میں مزید وسعت و وضاحت آگئی۔احناف فقہاء کی ان کوششوں سے استحسان کے متعلق پائے جانے والے تمام مغالطے دور ہو گئے کہ یہ محض ذاتی خواہش یا مجرد رائے کا نام ہے جو کہ قابل قبول نہیں اور یہ مغالطہ بھی دور ہوا کہ یہ محض امام ابو حنیفہؒ کی اختراع ہے اور انکے علاوہ کسی دوسرے نے یہ کام نہیں کیا تھا بلکہ تعریف سے یہاں تک ثابت ہو گیا کہ جس چیز کو احناف نے استحسان کا نام دیا ہے اس کی بعض صورتیں اور مثالیں امام شافعیؒ کے مسائل میں بھی ملتی ہیں جن میں کلمہ استحسان ذکر کرکے اسی چیز کو مصالح مرسلہ کا نام دیا ہے۔الغرض تمام مذاہب فقہ میں دشواری میں مطلقا مصلحت کا اعتبار کیا گیا ہے اگرچہ اس مصلحت کی وضاحت کلمہ استحسان سے نہیں بلکہ استصلاح، مصالح مرسلہ کے کلمات کو ذکر کرکے کی گئی ہے جیسا کہ اس سے پہلے اس کا ذکر ہم وضاحت سے کر چکے۔مزید یہ کہ قرآن و سنت میں ایسے دلائل موجود ہیں جن میں مصالح کے حصول اور خرابیوں کو دور کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔بعد کے ادوار میں اس اصطلاح کے استعمال کا دائرہ اتنا وسیع ہو گیا کہ فقہاء کرامؒ کے علاوہ محدثین بھی قیاس مقابلے میں اپنی رائے کا اظہار کلمہ استحسان سے کرنے لگے۔

محدثین میں سے امام بخاری کو اور ان کی صحیح کو تمام مذاہب حدیث و فقہ میں اتنا معتبر سمجھا جاتا ہے کہ اسے کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب کا درجہ دیا جاتا ہے۔چنانچہ بخاری میں ہے اگر کسی مضطر شخص کو کہا گیا کہ (لَتَقْتُلَنَّ أَبَاكَ أَوِ ابْنَكَ، أَوْ لَتَبِيعَنَّ هَذَا العَبْدَ، أَوْ تُقِرُّ بِدَيْنٍ أَوْ تَهَبُ، يَلْزَمُهُ فِي القِيَاسِ، وَلَكِنَّا نَسْتَحْسِنُ وَنَقُولُ: البَيْعُ وَالهِبَةُ، وَكُلُّ عُقْدَةٍ فِي ذَلِكَ

بَاطِلٌ.)[45] (ہم تیرے باپ یا تیرے بیٹے کو قتل کر دیں گے یا یہ کہ تو اس غلام بیچ دے یا دین یا ہبہ کا اقرار کر تو اس پر قیاسا لازم ہوگا (یعنی جس بات کا اقرار کرے گا وہ اس پر لازم ہو جائے گی) اور لیکن ہم استحسان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیع اور ہبہ اور ہر عقد اکراہ کی صورت میں باطل ہے)

اس قسم کی کئی مثالیں حدیث اور فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں کہ فقہاء و محدثین نے ضروریات و حالات کے پیش نظر ہمیشہ آسانی کی راہ کو اختیار کیا اگرچہ جن اصولوں کے تحت ایسا کیا گیا ان کو مختلف نام دیئے گئے ہیں جن کا ماحاصل حرج کو دفع کرنا اور یسر کو ثابت کرنا ہے۔

استحسان کی مصدری حیثیت

کتبِ اصول فقہ کی اوراق گردانی کے بعد استحسان کی مصدری حیثیت ونوعیت کے متعلق تین مختلف آراء سامنے آئی ہیں۔ جن کو ذیل میں الگ الگ دلائل کے ساتھ پیش کیا جائے گا اور آخر میں ان کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جائے گا۔

(الف): استحسان ادلہ شرعیہ میں سے ایک قابل اعتبار اور الگ، مستقل مصدر اور دلیلِ شریعت ہے یہ رائے امام اعظم ابو حنیفہؒ اور فقہ کے دو بڑے دو اماموں (امامِ مالکؒ اور امام محمدؒ) کی ہے۔ چنانچہ سراج الفقہاء امام ابو حنیفہؒ کے متعلق ان کے شاگرد رشید امام محمد بن حسنؒ نے فرمایا(إن أصحابه كانوا ينازعونه القياس، فإذا قال: استحسن لم يلحق به أحد)[46] (امام اعظم کے شاگرد قیاسی معاملات میں آپ سے اختلاف کرتے تھے لیکن جب آپ فرمادیتے میں نے استحسان کیا ہے تو پھر اس تک کسی کی رسائی نہ ہوتی)۔ البتہ جو چیز اس قیاس کے لئے مناسب ہوتی اسی پر قیاس کرتے تھے اور جب کسی مقام پر قیاس مناسب نہ ہوتا تو استحسان فرماتے۔[47]

امام مالکؒ سے روایت کیا گیا ہے انہوں فرمایا(الاستحسان تسعةاعشارالعلم)[48] (استحسان علم کے دس حصوں سے نو حصے ہے)۔

امام مالکؒ جب بھی یہ کہتے ہیں کہ "استحسان علم کے دس حصوں میں سے نو حصے ہے" تو اس سے ان کی مراد دو دلیلوں میں سے قوی تر دلیل ہوتی ہے۔ جیسا کہ انہوں رطب کی تمر کے ساتھ بیع عرایا کو خاص کر دیا اس روایت کی وجہ سے کہ رسول کریم ﷺ نے درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو خشک کھجوروں کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا ہے لیکن آپ ﷺ نے عریہ کسی محتاج کو دیئے گئے درخت کے متعلق یہ اجازت دی ہے کہ اس درخت پر لگے ہوئے پھل کو اس کے خشک ہونے کے بعد کی مقدار کا اندازہ کرکے بیچا جائے یعنی یہ اندازہ کر لیا جائے کہ اس درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوریں خشک ہونے کے بعد کتنی رہیں گی اور پھر اتنی ہی مقدار میں خشک کھجوریں اس محتاج کو دے کر اس درخت پر لگی ہوئی کھجوریں لے لی جائیں اس طرح اس کے مالک اس درخت کا تازہ پھل کھائیں یعنی اس میں تخصیص پیدا کر دی۔[49]

امام محمدؒ نے استحسان کو احکام شرعیہ میں اجتہاد و استنباط کا اہم ذریعہ قرار دیتے ہوئے فرمایا(ان العالم بالاستحسان مع باقی الادلةیسعه الاجتهادفی کل شئ من اموره)[50] (یعنی استحسان کے ساتھ باقی ادلۂ شرعیہ کا علم رکھنے والا شخص ہی اپنے تمام معاملات میں اجتہاد و استنباط پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہوتا ہے)۔

ابن عبد البر سے مروی ہے کہ امام محمدؒ نے استحسان کو اجتہاد کی اساس قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ (من كان عالما

بالکتاب والسنۃوبقول اصحاب رسولﷺوبماءاستحسن فقہاءالمسلمین وسعہ ان یجتہدہ برایہ فیماابتلیبہ)[51](جو کوئی بھی کتاب وسنت اور اصحاب رسول ﷺ کے قول کا عالم ہو اور اس کا جسے مسلمان فقہاء حسن سمجھیں اس کے لیے جس میں وہ مبتلا کیا گیا ہو رائے کے ساتھ اجتہاد میں وسعت پیدا کر دی گئی)۔

اصبغ بن فرج مالکیؒ سے روایت کیا گیا ہے کہ (الاستحسان الذي يكثر استعماله حتى يكون أغلب من القياس)[52] (استحسان کثرت استعمال کی وجہ سے قیاس سے بہت زیادہ غالب ہوگیا)۔ حنفیہؒ اور مالکیہ کے استحسان کے مصادر شریعت میں سے اہم، مستقل مصدر اور حجیت پر متفق ہیں جس کی وجہ سے استحسان کی وسعت واہمیت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ جلا لدین المحلی نے حنابلہ سے بھی استحسان کی حجیت ومصدریت پر اتفاق نقل کیاہے اور اسی طرح شیخ عطار نے بھی اپنے حاشیہ میں اس رائے سے اتفاق کا اظہار کیا[53] جیساکہ علامہ آمدی [54] اور ابن حاجب [55] نے نقل کیا۔ حنابلہ نے بھی استحسان کو بطور مصدر شرعی کے تسلیم کرتے ہوئے اسے صرف مصالح مرسلہ کی حد تک محدود کر دیا۔

ابن انباری کہتے ہیں کہ استحسان کے بارے میں جو ان کے قول سے ظاہر ہے اور ان کے قول کا خلاصہ بھی ہے وہ یہ کہ (اسْتِعْمَالُ مَصْلَحَةٍ جُزْئِيَّةٍ فِي مُقَابَلَةِ قِيَاسٍ كُلِّيٍّ)[56] (قیاس کلی کے مقابلہ میں مصلحت جزئیہ کا استعمال کرنا استحسان ہے)۔

استحسان کی حجیت اور مصدری حیثیت کے حوالے سے پائے جانے والا اختلاف لفظی ہے چنانچہ ابن سمعانیؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ (أن الخلاف لفظي، فإن تفسير الاستحسان بما يشنع به عليهم لا يقولون به وأن الاستحسان بالعدول عن دليل إلى دليل أقوى منه لا ينكره أحد)[57](استحسان کی جس تفسیر کو مد نظر رکھتے ہوئے قائلین استحسان پر طعن وتشنیع کی جاتی ہے اس سے ان کی ہرگز مراد نہیں چونکہ ان کے نزدیک بھی جو استحسان بغیر کسی دلیل کے محض" انقداح نفسی"پر مبنی ہو تو وہ بالاتفاق باطل ومردود ہے۔ قائلین استحسان کے نزدیک تو ایک دلیل سے دوسری کی طرف اس کے قوی ہونے کی بناء پر اس کی طرف عدول کرنا استحسان ہے جس سے کسی کو بھی انکار نہیں)۔

امام طحاویؒ کے علاوہ تمام حنفیہؒ استحسان کو اس حد تک اختیار کیا یہاںتک کہ وہ تمام احکام کے لیے مقیاس بناتے ہیں ان کے نزدیک یہ امر برابر ہے کہ وہ منصوص علیہا ہو یا نہ ہو پس جب کسی امر میں وہ قیاس سے قوی دلیل قرآن وسنت یا اجماع سے نص کو پالیتے ہیں تو قیاس کو ترک کرکے استحساناً اقوی دلیل کو لے لیتے ہیں[58]۔

علامہ طوفی نے اپنے رسالہ میں لکھاہے کہ

(اجود تعریف للاستحسان انہالعدول بحکم المسألۃعن نظائرھالدلیل شرعی خاص وھومذھب احمد)[59](یعنی استحسان کی سب سے اچھی تعریف یہ ہے کہ کسی مسئلہ میں کسی خاص شرعی دلیل کی بناء پر اس کے مشابہ مسائل کے حکم سے انحراف کیا جائے یہی امام احمد کا مذہب ہے)۔

تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا کہ استحسان عہد نبوی ﷺ سے عہد تدوین سے قبل تک معنوی طور پر مستعمل رہا اور عہد تدوین کے بعد سے عصر حاضر تک اصطلاحی طور پر قوانین اسلامی میں صرف فقہ کے قاعدہ یا ذریعہ اجتہاد کے طور پر مستعمل نہیں جیساکہ بعض علماء نے خیال کیا ہے بلکہ اسلامی قوانین میں بطورِ ایک اہم مصدر کے مستعمل ہے۔

استحسان کی مصدری حیثیت تجزیاتی مطالعہ

استحسان کی حجیت پر کیے جانے والے اکثر و بیشتر اعتراضات و شبہات یا تو حقیقت استحسان سے ناواقفیت کے غماز ہیں اور یا پھر ان کا محل و مورد استحسان کا وہ مردود و مذموم باطل تصور کہ جس میں خواہش نفس کی پیروی ہو بالاتفاق بشمول احناف کے ناجائز و ممنوع ہے ائمہ فقہ میں سے کسی ایک نے بھی اسے قبول نہیں کیا۔اس لیے کہ اکابرین فقہاء اربعہ سے جن ائمہ کرام نے استحسان کو مصدر تشریعی ماننے سے انکار کرتے ہوئے اس کے ابطال وانکار پر اپنی کتب میں الگ سے ابواب قائم کرکے استحسان کی مزمت بیان کی ہے۔ان سے متعدد مسائل ایسے ثابت ہیں جن میں انہوں نے لفظ استحسان تو استعمال نہیں کیا مگر اس سلسلہ میں انہوں نے جو اصول اور طریقہ کار استعمال کیا وہ اپنی نوعیت اور حقیقت کے لحاظ سے استحسان میں داخل ہے چنانچہ عرایا کے مسئلہ میں امام شافعیؒ ایک حدیث کو بنیاد بنا کر قیاس کو ترک کرکے حدیث پر عمل کیا کیونکہ بیع عرایا، بیع مزابنہ میں داخل ہے اور اس کی ممانعت حدیث میں مذکور ہے۔[60] ہمارے قول کو علامہ حجوی کے قول سے مزید تقویت ملتی ہے لکھتے ہیں کہ(إن الشافعي أيضًا لم يخل من الاستحسان، فقد ثبت عنه: أن أمد الحمل أربع سنين, مع أن القياس يقتضي أن يكون تسعة أشهر؛ لأنه غالب ما يقع)[61](یعنی حقیقت یہ ہے کہ امام شافعی بھی استحسان پر عمل سے خالی نہیں چنانچہ ان سے حمل کی مدت چار سال تک ثابت ہے حالانکہ ازروئے قیاس حمل کی مدت نو ماہ ہونی چاہیے جو امر غالب ہے کیونکہ احکام شرع غالب عادت پر ہی مبنی ہوتے ہیں)۔

اسی طرح امام شافعیؒ نے مسئلہ حماریہ اور مشترکہ میں اسی مؤقف کو اختیار کیا جو قائلین استحسان کا ہے کہ ان مسائل میں ازروئے حکمِ قیاس شقیق بھائی محروم ہوتے ہیں اور صرف وہ بھائی وارث وحقدار ٹھہرتے ہیں جو ماں جائے ہوں حالانکہ شقیق بھائی، ماں جایا ہونے کی بناء پر ایک دوسرے کے ساتھ وراثت میں برابر کے شریک ہوتے ہیں اس کو بنیاد بنا کر قیاس کو ترک کرکے ازروئے استحسان سب بھائیوں کو مالِ وراثت میں حقدار اور برابر کو شریک قرار دیا گیا ہے۔ یہ ذکر کرنے کے بعد حجوی لکھتے ہیں کہ (والشافعي يقول بهذا كالك, فلزمه القول بالاستحسان, ولو سماه بغير اسم)[62](یعنی یہاں امام شافعیؒ کا مؤقف وہی ہے جو امام مالکؒ کا ہے اس لیے استحسان پر ان کا بھی عمل ثابت ہوتا ہے اگرچہ انہوں نے استحسان کے علاوہ اسے دوسرا کوئی نام دیں لیکن نام کے اختلاف سے کوئی فرق نہیں پڑتا)۔

امام شافعیؒ کی اتباع میں ان کے متعدد اصحاب نے اور اکابر فقہائے شافعیہ جیسے امام رافعی، قاضی رویانی،ابوالفرج السرخسی، جلال الدین سیوطی اور السبکی وغیرہم بھی استحسان کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ استنباط احکام و تفریع جزئیات میں اس سے پوری طرح کام لیتے ہیں[63]۔

اس سلسلہ میں علامہ ابن سمعانی کا یہ قول نتیجہ خیز معلوم ہوتا ہے کہ(ان كان الاستحسان هوالقول بمايستحسنه الانسان ويشتهيه من غيردليل فهوباطل ولااحديقول به وان كان هوالعدول عن دليل ليدليل اقوى منه فهومالم ينكرهاحدفالخلاف لفظى)[64](یعنی اگر استحسان بغیر دلیل شرعی کے محض خواہش نفس کی پیروی کا نام ہے تو یہ بالاتفاق مردود و باطل ہے جس کا کوئی ایک بھی قائل نہیں اور اگر یہ مرجوع دلیل سے قوی تر دلیل کی طرف عدول سے عبارت ہے تو تمام کے نزدیک حجت یعنی مصدر تشریعی ہے اور اس کا کوئی بھی منکر نہیں لہٰذا استحسان کے بارے میں جو بھی اختلاف ہے وہ لفظی

ہے)۔اور علامہ آمدی نے استحسان کے متعلق کا حاصل یوں بیان کیا ہے کہ (فَحَاصِلُ النِّزَاعِ رَاجِعٌ فِيهِ إِلَى الْإِطْلَاقَاتِ اللَّفْظِيَّةِ)[65] (یعنی استحسان کی حقیقت و حجیت کے بارے میں تمام اختلافات کا ماحصل صرف نزاعِ لفظی ہے اس کے سوا کچھ نہیں)۔پھر استحسان کے قائلین و نافیین کے دلائل کا تجزیہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ (وَحَاصِلُهُ رَاجِعٌ إِلَى الِاسْتِدْلَالِ بِالْإِجْمَاعِ)[66] (جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کی طرف استدلال کے لیے بالاجماع رجوع کیا گیا ہے)۔

ان تمام تصریحات سے یہ بات واشگاف ہو کر سامنے آگئی کہ استحسان ، احکام فقہیہ کے استنباط کا ایسا قطعی اور یقینی اصول ہے جو فقہ اسلامی کی پوری عملی تاریخ پر محیط ہے اور تمام مسلمہ فقہی مذاہب کے نزدیک بالاتفاق حجت یعنی مصدر تشریعی اور واجب الاعتبار ہے۔جیسا کہ ڈاکٹر حسین حامد حسان نے استحسان کے مفہوم اور مشروعیت پر کلام کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ (. هذايدل على ان قاعدةالاستحسان قاعدةقطعية ماخوذمن مجموع النصوص الشرعيةبطريق الاستقراء،فاعمل بهاوالتفريع على اساسهاوالرجوع اليهاعمل بمجموع منصوص شرعيةوليس عملابالرائ ولاتشريعابالهوى [67] (یعنی ان تمام امور سے ثابت ہوتا ہے کہ استحسان ایک قطعی اور یقینی قاعدہ ہے جو بہت سے نصوص شریعت کے استقراء سے ماخوذ ہے لہٰذا اس پر عمل اور اس کے ذریعے تفریع احکام در حقیقت ان متعدد نصوص شرعیہ پر عمل کے مترادف ہے نہ کہ محض اپنی رائے یا خواہش کے ذریعے شریعت سازی)۔

خلاصہ بحث:

استحسان مصلحتِ جزئیہ کو ایسے موضع میں اختیار کرنا ہے کہ جس میں قیاس عام عارض ہو اگر کسی شخص نے کوئی چیز خریدی اور اپنے علاوہ کسی دوسرے کے لیے خیار کی شرط لگائی تو دونوں میں سے جو کوئی بھی بیع کو نافذ کرے گا نافذ ہو جائے گی۔اس کی بنیاد عاقدین کے علاوہ کسی تیسرے شخص کے لیے استحسانا خیار کی شرط لگانا درست ہے اور قیاسا درست نہیں یہ امام زفرؒ کا قول ہے اس لیے کہ خیار عقد لوازم واحکام سے ہے لہٰذا کسی دوسرے کے لیے اس کی شرط لگانا درست نہیں ہوگا جس طرح کہ غیر مشتری پر ثمن کی شرط لگانا درست نہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ غیر عاقد کے لیے عاقد کا نائب بن کر ہی خیار ثابت ہوتا ہے لہٰذا عاقد کے لیے اقتضائے خیار کو ثابت مان کر پھر دوسرے کو اس کا نائب بنایا جائے گا تاکہ عاقد کا تصرف درست ہو اور اس صورت میں دونوں کے لیے خیار ثابت ہوگا اور ان میں سے جو بھی بیع کو نافذ یا فسخ کرے گا وہ ہو جائے گی [68]۔

نتائج البحث:

مذکورہ بحث سے مندرجہ ذیل نتائج معلوم ہوتے ہیں:

- امام ابو حنیفہؒ ، امام مالکؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے استحسان ادلہ شریعہ میں سے اہم اور مستقل مصدر اور دلیلِ شریعت ہے۔
- امام شافعیؒ کا قول ہے کہ استحسان محض خواہشات نفس کی پیروی اور لذت نفسانی ہے جبکہ دلائل سے ثابت ہوا کہ وہ مصطلح استحسان کے منکر نہیں بلکہ قائل ہیں۔
- استحسان کا وہ مردود و مذموم باطل تصور کہ جس میں خواہش نفس کی پیروی ہو بالاتفاق بشمول احناف کے ناجائز و ممنوع ہے ائمہ فقہ میں سے کسی ایک نے بھی اسے قبول نہیں کیا۔

- شریعت اسلامی کے تمام مصادر بالخصوص ثانوی مصادر کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ بنیادی مآخذ (قرآن وسنت، اجماع وقیاس) کے علاوہ صرف اصول استحسان ہی ایسا اصول جس کی مدد سے ہر دور کے مسائل کو حل کیا گیا اور موجودہ وآئندہ دور کے مسائل کو حل کیا جاسکتا ہے۔
- اسلامی شریعت کے متبعین کے لیے ہر دور کے مسائل کا حل یا تو قرآن وسنت، اجماع وقیاس سے کرنا ممکن ہے یا پھر ان سے حل نہ ہونے کی صورت میں واحد ذریعہ استحسان ہے مثلاً عصر کے معاشی مسائل کا حل بھی قاعدہ استحسان ہی کے ذریعے حل کیے گئے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی حوالہ جات

[1] النملہ، الاستاذ الدکتور عبدالکریم بن علی بن محمد، المہذب فی اصول الفقہ المقارن، الریاض، مکتبۃ الرشد، ج: ۳، ص: ۹۹۱/ الجرجانی، علی بن محمد بن علی الزین الشریف، کتاب التعریفات، المحقق: ضبطہ وصححہ جماعۃ من العلماء باشراف الناشر، بیروت ـ لبنان، دار الکتب العلمیۃ، ط: الأولی ۱۴۰۳ھ-۱۹۸۳م، ج: ۱، ص: ۱۸۔
Al-Namlat, Al-Ustāz Dr.'bd Al-Karīm bin 'lī bin Muḥammad, Al-Muhazzab fī Uṣūl al-fiqh Al-Muqāran, (Riyāḍ, Maktabat Al-Rushd), Vol:03,P:991 / Al-Jurjānī, 'ly bin Muḥammad bin 'ly Al-Zyn Al-Sharīf, Kitāb Al-Ta'rīfāt, (Dār al-Kutub al-'lmiyyat, Berūit:Edition 1st , 1403ah),Vol:01,P:18

[2] خلاف، عبدالوہاب، مصادر التشریع فیما لا نصّ، ص: ۶۹۔
Khilāf, 'bd al-Wahāb, Maṣādir al-tashrī' fī mā lā Naṣ, P:69

[3] اصفہانی، راغب، المفردات، مادۃ حسن ص: ۱۱۸۔
Aṣfihānī, Raghib, Al-Mufradāt, Madat: Ḥā Sīn Nūn, P:118

[4] ایضاً
Ibid

[5] الحنبلی، علاء الدین ابو الحسن علی بن سلیمان المرداوی الدمشقی الصالحہ، التحبیر شرح التحریر فی اصول الفقہ، المحقق: د. عبد الرحمٰن الجبرین، د. عوض القرنی، د. احمد السراح، الریاض، مکتبۃ الرشد - السعودیۃ، ط: الأولی، ۱۴۲۱ھ-۲۰۰۰م، ج: ۸، ص: ۳۸۲۳۔
Al-Ḥanblī, 'lā, al-dīn Abū al-Ḥasan 'lī bin Sulīmān, Al-Taḥbīr Sharḥ al-Taḥrīr fī Uṣūl Al-Fiqh, (Riyāḍ Maktabat Al-Rushd, Al-Sa'ūdiyyat: Edition 1st 1421ah),Vol:08,P:3823

[6] الکفوی، ایوب بن موسیٰ الحسینی القریمی، ابو البقاء الحنفی، الکلیات معجم فی المصطلحات والفروق اللغویۃ، المحقق: عدنان درویش - محمد المصری، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ج: ۱، ص: ۱۰۷
Al-Kafwī, Ayūb bin Moūsā Al-Qarīmī, Al-Kulyāt Mu'jam fī al-Muṣṭalaḥāt wa al-Furūq al-Lugwiyyat, (M,assisah al-risālah, Berūit), Vol:01,P:107

[7] الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد، المستصفی، تحقیق: محمد عبد السلام عبد الشافی، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ط: الأولی، ۱۴۱۳ھ- ۱۹۹۳م، ص: ۱۷۱/ ابن الدہّان محمد بن علی بن شعیب، ابو شجاع، فخر الدین، ، تقویم النظر فی مسائل خلافیۃ ذائعۃ، ونبذ مذہبیۃ نافعۃ، المحقق: د. صالح بن ناصر بن صالح الخزیم، الریاض، مکتبۃ الرشد - السعودیۃ، ط: الأولی، ۱۴۲۲ھ-۲۰۰۱م، ج: ۳، ص: ۹۷/ المقدسی، ابو محمد موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ الجماعیلی ثم الدمشقی الحنبلی، الشہیر بابن قدامۃ المقدسی، روضۃ الناظر وجنۃ المناظر فی اصول الفقہ علی مذہب الامام احمد بن حنبل، مؤسسۃ الریّان للطباعۃ والنشر والتوزیع، ط: الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۲۳ھ-۲۰۰۲م، ج: ۱، ص: ۴۷۴۔

Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid Muḥammad bin Muḥammad, Al-Mustaṣfā, (Dār al-Kutub al-'lmiyyat, Edition 1st , 1413ah),P:171 / Ibn al-Dahhān Muḥammad bin 'lī bin Shu'yb, Taqwīm Al-Naẓar fī Msā,el Khilāfiyyat Zā,'t, (Riyāḍ Maktabat Al-Rushd, Sa'ūdiyyat: Edition 1422ah), Vol:03,P:97 / Al-Maqdasī, Abū Muḥammad Muwaffaq al-dīn 'bd Allāh bin Aḥmad, Ibn Qadāmat, Roūḍat al-Nāẓir wa Jannat al-Manāẓir fī Uṣūl al-fiqh 'lā Mazhab Al-Imām Aḥmad bin Ḥanbal, (M,assisah al-Rayyān lil-Ṭebā'at wa al-Nashar wa al-Tawzī', Berūit: Edition 2nd 1423ah), Vol:01,P:474

[8] السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمۃ (المتوفی: ۴۸۳ھ) اصول السرخسی، ج: ۲ص: ۲۰۰۔

Al-Sarakhsī, Muḥammad bin Aḥmad, Uṣūl Al-Sarakhsī, Vol:02,P:200

[9] السِّغْنَاقی، الحسین بن علی بن حجاج بن علی، حسام الدین، الکافی شرح البزودی، المحقق: فخر الدین سید محمد قانت (رسالۃ دکتوراہ)، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، ط: الأولی، ۱۴۲۲ھ-۲۰۰۱م، ج: ۴، ص: ۱۸۳۳۔

Al-Seghunāqī, Al-Ḥusayn bin 'lī bin Ḥajjāj bin 'lī, Al-Kāfī Sharḥ al-Bazdawī, (Maktabat al-Rushd Le al-Nashr wa-Tawzī', Edition 1st , 1422ah), Vol:04,P:1833

[10] السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمۃ، المبسوط، ج: ۱۰، ص: ۱۲۵/ السلمی، عیاض بن نامی بن عوض، اصُولُ الفِقہِ الذی لایَسَعُ الفَقِیہِ جَہلَہُ، الریاض، دار التدمریۃ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ط: الأولی، ۱۴۲۶ھ-۲۰۰۵م، ص: ۱۹۴/ ابن قدامۃ المقدسی، روضۃ الناظر وجنۃ المناظر فی اصول الفقہ علی مذہب الامام احمد بن حنبل، ج: ۱، ص: ۴۷۲۔

Al-Sarakhsī, Muḥammad bin Aḥmad, Uṣūl Al-Sarakhsī, Vol:10,P:125/ Al-Salmī 'yyāḍ bin Nāmī bin 'ūḍ, Uṣūl Al-Fiqh al-Lazī Lā Yas'u al-Faqīh Jahlahu,(Dār al-Tadmīriyyat, Sa'ūdiyyat: Edtion 1st , 1426ah), P:194 / Ibn Qadāmat, Roūḍat al-Nāẓir wa Jannat al-Manāẓir fī Uṣūl al-fiqh 'lā Mazhab Al-Imām Aḥmad bin Ḥanbal,Vol:01,P:472

[11] لشنقیطی، احمد بن محمود بن عبد الوہاب، الوصف المناسب لشرع الحکم، ۳۲۴۔

Al-Shanqīṭī, Aḥmad bin Maḥmūd bin 'bd al-Wahāb, Al-Waṣf al-Munāsib le Shar' al-Ḥakam, P:324

[12] المعتزلی، محمد بن علی الطیب ابو الحسین البَصْری، المعتمد فی اصول الفقہ، المحقق: خلیل المیس، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ط: الأولی، ۱۴۰۳، ج: ۲، ص: ۲۹۶/ الآمدی، ابو الحسن سید الدین علی بن ابی علی بن محمد بن سالم الثعلبی، الاحکام فی اصول الأحکام، المحقق: عبد الرزاق عفیفی، لبنان، المکتب الاسلامی، بیروت- دمشق، ج: ۴، ص: ۱۵۷/ الحنفی، عبد العزیز بن احمد بن محمد، علاء الدین البخاری، کشف الأسرار شرح اصول البزدوی، دار الکتاب الاسلامی، ط: بدون طبعۃ وبدون تاریخ، ج: ۴، ص: ۳۔

*Al-Mu'tzillī, Muḥammad bin 'lī Al-Ṭayyab Al-Baṣrī, Al-Mu'tamad fī Uṣūl al-Fiqh, (Dār al-Kutub al-'lmiyyat: Edition 1st , 1403ah), Vol:01,P:296/ Al-#amdī, Abū Al-Ḥassan Syed al-dīn 'lī bin Abī 'lī, Al-Aḥkām fī Usūl al-aḥk*m, (Al-Maktabah al-Islamī, Berūit:1404ah), Vol:04,P:157 / Al-Ḥanfī, 'bd al-'zīz bin Aḥmad bin Muḥammad, 'lā, al-dīn al-Bukhārī, Kashf al-Asrār Sharḥ Uṣūl al-Bazdawī, (Dār al-Kutub al-Islāmī), Vol:04,P:03*

[13] الأصفہانی، محمود بن عبد الرحمٰن (ابی القاسم) ابن احمد بن محمد، ابو الثناء، شمس الدین، بیان المختصر شرح مختصر ابن الحاجب، المحقق: محمد مظہر بقا، السعودیۃ، دار المدنی، ط: الأولی، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶م، ج: ۳، ص: ۲۸۱۔

Aṣfhānī, Maḥmūd bin 'bd al-Raḥmān, Bayān Al-Mukhtaṣar Sharḥ Mukhtaṣar Ibn al-Hājib, (Dār al-Madanī Edition: 1406ah), Vol:03,P:281

[14] العراقی، ولی الدین ابی زرعۃ احمد بن عبد الرحیم، الغیث الہامع شرح جمع الجوامع، المحقق: محمد تامر حجازی، دار الکتب العلمیۃ، ط: الأولی، ۱۴۲۵ھ-۲۰۰۴م، ص: ۶۴۹/ لحنبلی، محمد بن مفلح بن محمد بن مفرج، ابو عبد اللہ، شمس الدین المقدسی الرامینی ثم الصالحی، اصول الفقہ، حققہ وعلق علیہ وقدم لہ: الدکتور فہد بن محمد السَّدَحَان، العبیکان، مکتبۃ، ط: الأولی، ۱۴۲۰ھ-۱۹۹۹م، ج: ۴، ص: ۱۴۶۵/ الشافعی، ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بہادر الزرکشی، تشنیف المسامع بجمع الجوامع لتاج الدین السبکی، دراسۃ و تحقیق: د. سید عبد العزیز- د. عبد اللہ ربیع، المدرسان بکلیۃ الدراسات الاسلامیۃ والعربیۃ بجامعۃ الأزہر، التراث، مکتبۃ قرطبۃ للبحث العلمی واحیاء - توزیع المکتبۃ المکیۃ، ط: الأولی، ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۸م، ج: ۳، ص: ۴۳۹۔

Al-'rāqī, Walī al-dīn Abī Zar'at, Aḥmad bin 'bd al-Rahīm, Al-Ghīth al-Hām' Sharḥ Jam' al-Jawām', (Dār al-Kutub al-'lmiyyat, Edition 1st , 1425ah), P:649/ Al-Ḥanblī Muḥammad bin Mufliḥ bin Muḥammad, Abū 'bd Allāh, Shams al-dīn Al-Maqdsī Al-Rāmīnī, Uṣūl al-fiqh, (Al-'bīkān, Maktabah: Edition 1st, 1420ah), Vol:04,P:1465 / Al-Shāf'ī, Abū 'bd Allāh Badr al-Dīn Muḥammad bin 'bd Allāh Al-Zarkashī, Tashnīf al-Msām' Be-Jam' al-Jawām' le tāj Al-Dīn Al-Subkī, (Maktabat Qurṭabat le al-Baḥath al-'lmī, (Ihī', Taūzī' Al-Maktabat Al-Makkiyat, Edition 1st 1418ah), Vol:03,P:439

[15] التفتازانی، سعد الدین مسعود بن عمر، شرح التلویح علی التوضیح، بمصر، مکتبۃ صبیح، ط: بدون طبعۃ وبدون تاریخ، ج: ۲، ص: ۱۶۳۔
Al-Taftazānī, Sa'd al-dīn Mas'ūd Bin 'umar, Sharḥ al-Talwīḥ 'lā al-Tawḍīḥ, (Maktabah Ṣabīḥ), Vol:02,P:163

[16] الشاطبی إبراہیم بن موسی بن محمد اللخمی الغرناطی الشہیر، الاعتصام، تحقیق: سلیم بن عید الہلالی، السعودیۃ، دار ابن عفان، ط: الأولی، ۱۴۱۲ھ-۱۹۹۲م، ج: ۲، ص: ۳۱۹/ الرازی، ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الملقب بفخر الدین (المتوفی: ۶۰۶ھ)، المحصول، دراسۃ وتحقیق: الدکتور طہ جابر فیاض العلوانی، ج: ۶ ص: ۱۲۵، مؤسسۃ الرسالۃ، ط: الثالثۃ، ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷م / السبکی، تقی الدین ابو الحسن علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام بن حامد بن یحیٰی وولدہ تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب الإبہاج فی شرح المنہاج (منہاج الوصول إلی علم الأصول للقاضی البیضاوی، دار الکتب العلمیۃ—بیروت، ۱۴۱۶ھ-۱۹۹۵م، ج: ۳، ص: ۱۸۹۔
Al-Shāṭabī Ibrāhīm bin Moūsā bin Muḥammad, Al-I'tiṣām, (Dār Ibn 'affān, Edtion 1st , 1412ah), Vol:02,P:319 / Al-Rāzī, Abū 'bd Allāh Muḥammad bin 'umar bin Al-Ḥasan, Al-Maḥṣūl, (M,assisah al-risālah, Berūit: Edtion 3rd , 1418ah), Vol:06,P:125 / Al-Subkī Taqī al-dīn Abū al-Ḥasan 'lī bin 'bd al-Kāfī, Al-Ibhāj fī Sharḥ al-Minhāj,(Dār al-Kutub al-'lmiyyat, Berūit: 1416ah), Vol:03,P:189

[17] الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد، المستصفی، تحقیق: محمد عبد السلام عبد الشافی، ص: ۱۷۳۔
Al-Ghazālī Abū Ḥāmid Muḥammad bin Muḥammad, Al-Mustaṣfā, P:173

[18] القرآن الکریم (التوبۃ: ۱۰۳)

Al-Qurān Al-Karīm, Al-Tawbat: 103

[19] الصرصری، سلیمان بن عبد القوی بن الکریم الطوفی، ابو الربیع، نجم الدین، شرح مختصر الروضۃ، المحقق: عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، الرسالۃ، مؤسسۃ، ط: الأولی، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷م، ج: ۳، ص: ۱۹۰۔
Al-Ṣarṣarī, Sulīmān bin 'bd Al-Qawī bin Al-Karīm al-Tūfī, Sharḥ Mukhtaṣar Al-Rawḍat, (M,assisah al-risālah, Berūit: Edtion 1st , 1407ah), Vol:03,P:190

[20] القرآن الکریم (النجم: ۳-۴)

Al-Qruān al-karīm, Al-Najam, 3-4

[21] انکا نام خولہ بنت ثعلبہ تھا۔

[22] الطبری، ابو جعفر، جامع البیان فی تأویل القرآن، المحقق: احمد محمد شاکر، الرسالۃ، مؤسسۃ، ط: الأولی، ۱۴۲۰ھ- ۲۰۰۰م، ج: ۲۳، ص: ۲۲۹۔
Al-Ṭibrī Abū Ja'far, Jām' al-Bayān fī Tāwīl al-Qurān, (M,assisah al-risālah, Berūit: Edition 1st , 1420ah), Vol:23,P:229

[23] الحضری، ڈاکٹر طیب، الاجتہاد فیما لا نصّ فیہ: ص: ۳۵-۳۸
Al-Khiḍrī, Dr Tayyab, Al-Ijtehād fī mā lā naṣṣa fīhe, PP:35-38

[24] ابن ماجۃ ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، وماجۃ اسم ابیہ یزید، سنن ابن ماجہ، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی، العربیۃ، دار إحیاء الکتب - فیصل عیسی البابی الحلبی ۱۹۹۰م، ج: ۱، ص: ۱۶۔
Ibn e Mājah, Muḥammad bin Yazīd, Sunan Ibn e Mājah, (Dar Iḥyā Al-Kutub Al-'arabiyyah, 1990ac), Vol:01,P:16

[25] الحضری، ڈاکٹر طیب، الاجتہاد فیما لا نصّ فیہ، ج: ۲، ص: ۳۷
Al-Khiḍrī, Dr Tayyab, Al-Ijtehād fī mā lā naṣṣa fīhe, Vol:02,P:37

[26] الشاطبی إبراہیم بن موسی بن محمد اللخمی الغرناطی الشہیر، الاعتصام، تحقیق: سلیم بن عید الہلالی، ج: ۲، ص: ۳۳۷-۳۳۸۔
Al-Shāṭabī Ibrāhīm bin Moūsā bin Muḥammad, Al-I'tiṣām, (Dār Ibn 'affān, Edtion 1st ,

1412ah), Vol:02,PP:337-338

[27] رفیق، محمد، ڈاکٹر، نظریۃ الاستحسان فی الفقہ الاسلامی، مقالہ برائے پی۔ایچ۔ڈی۔ اسلام آباد، انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی، مخطوط، ص: ۱۰۰۔

Rafiq, Muḥammad, Naẓriyyat Al-Isteḥsān fī al-Fiqh al-Islāmī, Ph.D Thesis, International Islāmic University, Islāmabād, P:100

[28] ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی بالولاء، البصری، البغدادی المعروف، الطبقات الکبری، المحقق: إحسان عباس، بیروت، دار صادر، ط: الأولی ۱۹۶۸ام، ج: ۲، ص: ۲۵۰/امینی، محمد تقی، مولانا، اجتہاد، کراچی، قدیمی کتب خانہ آرام باغ، ص: ۴۴۔

Ibn Sa'd, Abū 'bd Allāh Muḥammad bin Sa'd, Al-Ṭabaqāt al-Kubrā, (Dār Ṣādar, Berūit: Edition 1st , 1986ac), Vol:02,P:250 / Amīnī Muḥammad Taqī, Ijteḥd, (Qadīmī Kutub Khāna, Karāchī), P:44

[29] الجوزیۃ، ابو عبد اللہ محمد بن إبی بکر بن إیوب المعروف بابن قیم، إعلام الموقعین عن رب العالمین، قدم لہ وعلق علیہ وخرج إحادیثہ وآثارہ: إبو عبیدۃ مشہور بن حسن آل سلمان، شارک فی التخریج: إبو عمر إحمد عبد اللہ إحمد، ج: ۱، ص: ۱۱۷تا ۱۲۴

Al-Jawziyyat, Abū 'bd Allāh Muḥammad bin Abī Bakar Ibn e Qayyam,I'lām al-Muwq'īn 'an Rab al-'ālamīn, (Dār Ibn Al-Jawzī le al-Nashar wa al-Tawzī', (Sa'ūdiyat : Edition 1st , 1423ah), Vol:01,P:117-124

[30] ایضاً، ص: ۱۱۸

Ibid, P:118

[31] الیعمری، ابراہیم بن علی بن محمد، ابن فرحون، برہان الدین، تبصرۃ الحکام فی إصول الأقضیۃ ومناہج الأحکام، مکتبۃ الکلیات الأزہریۃ، ط: الأولی، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ام: باب السیاسۃ الشرعیہ۔

Al-Ya'mrī, Ibrāhīm bin 'lī bin Muḥammad, Ibn Farhūn, Tabṣirat al-Ḥukkām fī Uṣūl al-Aqḍiyyat wa Manāhij al-Aḥkām, (Maktabat al-Kulliyāt al-Azhariyyat, Edition 1st , 1404ah),

[32] احمد امین، فجر الاسلام، لقاہرہ، مؤسسۃ ھنداوی للتعلیم والثقافۃ، ۲۰۱۲، ص: ۲۳۵

Aḥmad Amīn Fajr Al-Islām, (M,assisah Hindāwī Le Ta'līm wa Al-Thiqāfat), P:235

[33] الفاسی، محمد بن الحسن بن العربيّ بن محمد الحجوی الثعالبی الجعفری، الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الإسلام، لبنان، دار الکتب العلمیۃ-بیروت-ط: الأولی- ۱۴۱۶اھ-۱۹۹۵ام، ج: ۱، ص: ۲۲۲۔

Al-Fāsī Muḥammad bin Al-Ḥasan bin Al-'rabī, Al-Fikar Al-Sāmī fī Tārīkh al-fiqh al-Islām, (Dār al-Kutub Al-'lmiyyat, Berūit: Edition 1st , 1416ah), Vol:01,P:222

[34] القرآن الکریم (الانعام: ۱۱۹)

Al-Qurān al-Karīm, Al-An'ām: 119

[35] القرآن الکریم (البقرۃ: ۱۸۵)

Al-Qurān Al-Karīm, Al-Baqarah:185

[36] النیسابوری، مسلم بن الحجاج إبو الحسن القشیری، المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، المحقق: محمد فؤاد عبد الباقی، ج: ۲، ص: ۶۹، ۱۶۸، دار إحیاء التراث العربي—بیروت ج: ۲ص: ۶۹۔

Al-Nīsābūrī, Muslim bin al-Ḥajjāj Al-Qushayrī,Ṣaḥīḥ Muslim, (Dār Iḥyā, al-turāth al-Islāmī,Berūit), Vol:02,PP:68-69

[37] العبسی، إبو بکر بن إبی شیبۃ، عبد اللہ بن محمد بن إبراہیم بن عثمان بن خواستی (المتوفی: ۲۳۵ھ)، الکتاب المصنف فی الأحادیث والآثار، المحقق: کمال یوسف الحوت: الریاض، مکتبۃ الرشد، ط: الأولی، ۱۴۰۹ا، باب الأخذ بالرخص، ج: ۵، ص: ۳۱۷۔

*Al-'bsī Abū Bakar bin Abī Shībat *bd Allāh bin Muḥammad, Al-Kitāb Al-Muṣannaf fī al-Aḥādīth wa al-Athār, (Riyāḍ Maktabah Al-Rushd, Edition 1st 1409ah), Bāb Al-Akhz Bi-Rukhaṣ),Vol:05,P:317*

[38] القرآن الکریم (الحج: ۷۸)

Al-Qurān Al-Karīm, Al-Ḥajj: 78

[39] صوافی: ایسی زمین کو کہا جاتا تھا جس کو بادشاہ خواص کے لئے مخصوص کر لیتے تھے اس مجلس کو خلافت کی قائم کردہ خاص مجلس سے تھا عوام کو دخل کی

اجازت نہ تھی اس لئے اس کو یہ نام دیا گیا (ابن قیم، اعلام الموقعین، النوع الثالث من الرای المحمود، ج:۱، ص:۱۷)۔
Ibn Qayyam, I'lām al-Muwq'īn, Vol:01,P:17

[40] الجوزیۃ، محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد شمس الدین ابن قیم، إعلام الموقعین عن رب العالمین، تحقیق: محمد عبد السلام إبراہیم، دار الکتب العلمیۃ –بیروت ط: الأولی، ۱۴۱۱ھ- ۱۹۹۱م: النوع الثالث من الرای المحمود، ج:۱، ص:۱۱۷۔
Al-Jawzī, Muḥammad bin Abī Bakar bin Ayūb, (Dār al-Kutub Al-'lmiyyat, Berūit: Edition 1st , 1411ah),Vol:01,P:117

[41] ایضا
Ibid

[42] القرافی، ابو العباس شہاب الدین احمد بن إدریس بن عبد الرحمٰن المالکی الشہیر، الفروق = إنوار البروق فی إنواء الفروق، ج:۴، ص:۱۴۶/ محمد بن الحسن بن العربیّ بن محمد الحجوی الثعالبی الجعفری الفاسی، الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی، لبنان، دار الکتب العلمیۃ -بیروت، ط: الأولی - ۱۴۱۶ھ- ۱۹۹۵م، ج:۱، ص:۱۵۰۔
Al-Qarāfī Abū al-'bbās Shahāb al-dīn Aḥmad bin Idrīs, Anwār Al-Brūq fī Anwā, al-Farūq, Vol:04,P:146/ Al-Fāsī Muḥammad bin Al-Ḥasan bin Al-'rabī, Al-Fikar Al-Sāmī fī Tārīkh al-fiqh al-Islām, (Dār al-Kutub Al-'lmiyyat, Berūit: Edition 1st , 1416ah), Vol:01,P:150

[43] الشافعی ابو عبد اللہ محمد بن إدریس بن العباس بن عثمان بن شافع بن عبد المطلب بن عبد مناف المطلبی القرشی المکی، الأم، بیروت، دار المعرفۃ –، ط: بدون طبعۃ، ط: ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰م، ج:۷، ص:۳۹۰/الشافعی ابو عبد اللہ محمد بن إدریس بن العباس بن عثمان بن شافع بن عبد المطلب بن عبد مناف المطلبی القرشی المکی، الرسالۃ، المحقق: احمد شاکر، مکتبہ الحلبی، مصر، ط: الأولی، ۱۳۵۸ھ/۱۹۴۰م، ص:۵۳۲۔
Al-Shāf'ī Abū 'bd Allāh Muḥammad bin Idrīs, Al-,umm, (Dār al-Ma'rifat, Berūit: 1410ah),Vol:07,P:390/ Al-Shāf'ī Abū 'bd Allāh Muḥammad bin Idrīs, Al-Risālat, (Maktabah Al-Ḥalbī, Egypt: Edition 1st , 1358ah), P:532

[44] الطوسی، ابو حامد محمد بن محمد الغزالی، المستصفی، تحقیق: محمد عبد السلام عبد الشافی، ص:۱۷۱۔
Al-Ṭūsī, Abū Ḥāmid Muḥammad bin Muḥammad Al-Ghazālī, Al-Mustaṣfā, P:171

[45] بخاری، محمد بن إسماعیل ابو عبد اللہ البخاری، صحیح البخاری، المحقق: محمد زہیر بن ناصر الناصر، النجاۃ، دار طوق (مصورۃ عن السلطانیۃ بإضافۃ ترقیم ترقیم محمد فؤاد عبد الباقی)، ط: الأولی، ۱۴۲۲ھ، ج:۹، ص:۲۲۔
Bukhārī, Muḥammad bin Ismā'īl Al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, (Dār Ṭawq al-Najāt, Edition 1st , 1422ah), Vol:09,P:22

[46] الشنقیطی، احمد بن محمود بن عبد الوہاب، الوصف المناسب لشرع الحکم، عمادۃ البحث العلمی، بالمدینۃ المنورۃ، بالجامعۃ الإسلامیۃ، ط: الأولی، ۱۴۱۵ھ، ص: ۳۲۳ /التونسی، محمد الطاہر بن محمد بن محمد الطاہر بن عاشور، مقاصد الشریعۃ الإسلامیۃ، المحقق: محمد الحبیب ابن الخوجۃ، قطر، وزارۃ الأوقاف والشؤون الإسلامیۃ، ۱۴۲۵ھ - ۲۰۰۴م، ج:۳، ص:۷/ الزحیلی، الأستاذ الدکتور محمد مصطفٰی، الوجیز فی إصول الفقہ الإسلامی، سوریا، دار الخیر للطباعۃ والنشر والتوزیع، دمشق –، ط: الثانیۃ، ۱۴۲۷ھ- ۲۰۰۶م، ج:۱، ص:۵۷۔
Al-Shanqīṭī, Aḥmad bin Maḥmūd bin 'bd al-Wahāb, Al-Waṣf al-Munāsib le shar' al-Ḥakam, P:323/ Al-Tūnsī, Muḥammad Ṭāhir bin Muḥammad, Maqāṣid Al-Sharī'at al-Islāmiyat, (Wizārat al-Awqāf wa al-Sha,ūn Al-Islāmiyyat, 1425ah), Vol:03,P:07/ Al-Zuhailī, Dr.Muḥammad Muṣṭafā, Al-Wajīz fī Uṣūl al-Fiqh al-Islāmī,(Seria, Dār al-Khyr Le al-Ṭibā't wa al-Nashar wa al-tawzī', Demashq, Edition 2nd , 1427ah),Vol:01,P:57

[46] السلمی، عیاض بن نامی بن عوض، اِصُولُ الفِقہِ الذی لایَسَعُ الفَقِیہِ جَہلَہُ، ص:۱۹۳۔
Al-Sulmī, 'yāaḍ bin Nāmī bin 'wḍ, Uṣūl Al-Fiqh, P:193

[47] ایضاً
Ibid

[48] القرافی، ابو العباس شہاب الدین احمد بن إدریس بن عبد الرحمٰن المالکی الشہیر، الفروق = إنوار البروق فی إنواء الفروق، عالم الکتب، ط: بدون طبعۃ وبدون تاریخ، ج:۴، ص:۱۴۶۔

Al-Qarāfī, Aḥmad bin Idrīs, Al-Furūq, (ʻālm al-Kutub), Vol:04,P:146

[49]الباجی ، ابو الولید ،احکام الفصول فی الاحکام الاصول ، حققہ وقدم لہ و وضع فہارسہ ، عبد المجید الترکی ، الاسلامی ،دار الغرب،ط: الثانیہ،۱۴۱۵ھ ۱۹۹۵ء، ص: ۲۷۵۔

Al-Bājī, Abū al-Walīd, Aḥkām al-Fuṣūl fī al-Aḥkām al-Uṣūl, (Dār al-Gharb Al-Islāmī, Edition 2nd ,1415ah),P:275

[50]بردیسی، اصول الفقہ، ص: ۳۱۸۔

Bardīsī, Uṣūl al-Fiqh, P:318

[51]الشوکانی، ارشاد الفحول، ص: ۲۳۲/ شبلی، محمد مصطفیٰ، تعلیل الاحکام، الازہر، مطبعۃ، ۱۹۴۷، ص: ۳۳۲۔

Al-Shawkānī, Irshād al-Fukhūl, P:232 / Shiblī, Muḥammad Musṭfā, Ta'līl al-Aḥkām,(Al-Azhar, 1947ac), P:332

[52]الفاسی ، محمد بن الحسن بن العربیّ بن محمد الحجوی الثعالبی الجعفری الفاسی ،الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الإسلامی ، بیروت دار الکتب العلمیۃ -- لبنان،ط: الأولی- ۱۴۱۶ھ- ۱۹۹۵م، ج: ۱، ص: ۱۵۰/ محمد زکریا البردیسی، اصول الفقہ، دار الثقافۃ للنشر والتوزیع قاہرہ، ص: ۳۰۲۔

Al-Fāsī Muḥammad bin Al-Ḥasan bin Al-'rabī, Al-Fikar Al-Sāmī fī Tārīkh al-fiqh al-Islām, (Dār al-Kutub Al-'lmiyyat, Berūit: Edition 1st , 1416ah), Vol:01,P:150 /

[53]حسن بن محمد بن محمود العطار الشافعی ، حاشیۃ العطار علی شرح الجلال المحلی علی جمع الجوامع ، دار الکتب العلمیۃ،ط: بدون طبعۃ وبدون تاریخ، ج: ۲، ص: ۳۶۶۔

Ḥasan Bin Muḥammad bin Maḥmūd, Ḥāshiyat Al-'ṭṭār 'lā Sharḥ al-Jalāl, (Dār al-Kutub Al-'lmiyyat),Vol:02,P:366

[54]الشافعی، حسن بن محمد بن محمود العطار، حاشیۃ العطار علی شرح الجلال المحلی علی جمع الجوامع، ، العلمیۃ، دار الکتب، ط: بدون طبعۃ وبدون تاریخ، ج: ۲، ص: ۳۶۶۔

Ḥasan Bin Muḥammad bin Maḥmūd, Ḥāshiyat Al-'ṭṭār 'lā Sharḥ al-Jalāl, (Dār al-Kutub Al-'lmiyyat),Vol:02,P:366

[55]المالکی، امام ابی عمرو جمال الدین عثمان بن عمر بن ابی بکر المعروف بابن الحاجب ،العضد علی مختصر المنتھی الاصولی ، لبنان دار الکتب العلمیۃ بیروت،ط: الاولی ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۰ء، ص: ۲۰۰۔

Al-Mālkī, Imām Abī 'mar Jamāl Al-dīn 'uthmān, Al-'uḍd 'lā Mukhtaṣar al-Munthā al-Uṣūl, (Dār al-Kutub Al-'lmiyyat, Berūit: Edition 1st , 1421ah), P:200

[56]الشاطبی، إبراہیم بن موسیٰ بن محمد اللخمی الغرناطی الشہیر، الاعتصام، تحقیق: سلیم بن عید الہلالی، ج: ۲، ص: ۶۳۹۔

Al-Shāṭabī Ibrāhīm bin Moūsā bin Muḥammad, Al-I'tiṣām, (Dār Ibn 'affān, Edtion 1st , 1412ah), Vol:02,P:639

[57]الیمنی ، محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ الشوکانی ،إرشاد الفحول إلی تحقیق الحق من علم الأصول، المحقق: الشیخ احمد عزو عنایۃ، دمشق - کفر بطنا، قدم لہ : الشیخ خلیل المیس والدکتور ولی الدین صالح فرفور، ج: ۲، ص: ۱۸۳، دار الکتاب العربی، ط: الطبعۃ الأولی ۱۴۱۹ھ - ۱۹۹۹م/ ابن قدامۃ المقدسی، روضۃ الناظر وجنۃ المناظر فی اصول الفقہ علی مذہب الإمام احمد بن حنبل، ج: ۱، ص: ۴۷۳۔

Al-Yumnī, Muḥammad bin 'lī bin Muḥammad, Irshād al-Fuḥūl Ilā Taḥqīq al-Ḥaq, (Dār al-kutub 'rabī, Edition 1st 1419ah), Vol:02,P:183 /Ibn Qadāmat, Roūḍat al-Nāẓir wa Jannat al-Manāẓir fī Uṣūl al-fiqh 'lā Mazhab Al-Imām Aḥmad bin Ḥanbal,Vol:01,P:473

[58]السرخسی، امام، کتاب المبسوط، ج: ۱۰، ص: ۱۴۵۔

Al-Sarakhsī, Muḥammad bin Aḥmad, Uṣūl Al-Sarakhsī, Vol:10,P:145

[59]خلاف، عبد الوہاب، مصادر التشریع الاسلامی، ص: ۸۰۔

Khilāf, 'bd al-Wahāb, Maṣādir al-Tashrī' al-Islāmī, P:80

[60]الشافعی، امام، کتاب الام، ج: ۸، ص: ۱۸۲۔

Al-Shāf'ī, Al-,umm, Vol:08,P:182

[61]الفاسی ، محمد بن الحسن بن العربیّ بن محمد الحجوی الثعالبی الجعفری ، الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الإسلامی، لبنان، دار الکتب العلمیۃ -بیروت- ،ط:

الأولى - ١٤١٦ھ-١٩٩٥م،، ج:١، ص: ١٥٢۔
Al-Fāsī Muḥammad bin Al-Ḥasan bin Al-'rabī, Al-Fikar Al-Sāmī fī Tārīkh al-fiqh al-Islām, (Dār al-Kutub Al-'lmiyyat, Berūit: Edition 1st , 1416ah), Vol:01,P:152

[62] ایضاً

Ibid

[63] تقي الدين إبو الحسن علي بن عبد الكافي ،الإبهاج في شرح المنهاج ((منهاج الوصول إلى علم الأصول للقاضي البيضاوي ،دار الكتب العلمية - بيروت،١٤١٦ - ١٩٩٥م، ج: ٣، ص: ١٩١۔
Taqī al-dīn Abū al-Ḥasan 'lī bin 'bd al-Kāfī, Al-Ibhāj fī Sharḥ al-Minhāj, (Dār al-Kutub al-'lmiyyat, Berūit: 1416ah),Vol:03,P:191

[64] اليمني ، محمد بن علي بن محمد بن عبد الله الشوكاني اليمني (،إرشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول، المحقق: الشيخ إحمد عزو عناية، دمشق - كفربطنا، قدم له: الشيخ خليل الميس والدكتور ولي الدين صالح فرفور، دار الكتاب العربي، ط: الطبعة الأولى ١٤١٩ھ - ١٩٩٩م، ج: ٢، ص: ١٨٣۔
Al-Yumnī, Muḥammad bin 'lī bin Muḥammad, Irshād al-Fuḥūl Ilā Taḥqīq al-Ḥaq, (Dār al-kutub 'rabī, Edition 1st 1419ah), Vol:02,P:183

[65] الآمدي، إبو الحسن سيد الدين علي بن إبي علي بن محمد بن سالم الثعلبي (المتوفى: ٦٣١ھ-)، الإحكام في إصول الأحكام، المحقق: عبد الرزاق عفيفي، - لبنان، المكتب الإسلامي، بيروت - دمشق، ج: ٤، ص: ١٥٩۔
*Al-#amdī, Abū Al-Ḥassan Syed al-dīn 'lī bin Abī 'lī, Al-Aḥkām fī Usūl al-aḥk*m, (Al-Maktabah al-Islamī, Berūit:1404ah), Vol:04,P:159*

[66] ایضاً

Ibid

[67] حسان، حسين حامد ، نظرية المصلحة في الفقه الاسلامي، ص: ٢٣٩۔
$hassān, Ḥusain Ḥāmid, Naḍriyyat al-Maṣliḥat fī al-Fiqh al-Islāmī, P:239

[68] البابرتي، محمد بن محمد بن محمود، إكمل الدين إبو عبد الله ابن الشيخ شمس الدين ابن الشيخ جمال الدين الرومي، العناية شرح الهداية، دار الفكر، ط: بدون طبعة وبدون تاريخ، ج: ٦، ص: ٣٢٠۔
Al-Bābrtī, Muḥammad bin Muḥammad bin Maḥmūd, Al-'nāyat Sharḥ al-Ḥidāyat, (Dār al-Fikar), Vol:06,P:320